سُنّت

شارحِ قرآن ہے نہ کہ مخالفِ قرآن

جناب محمد رفیق چودھری ادارۂ معارف اسلامی ۔ منصورہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جرمِ زنا کی سزا سے متعلق ایک ہی قطعی اور صریح حکم سورۂ نور میں موجود ہے کہ زانی مرد ہو یا عورت ، ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں گے ۔ ان کی رائے میں یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے ہے ، قطع نظر اس کے کہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ۔ لہٰذا شادی شدہ زانی کو سنگساری کی سزا دینا یا کنوارے زانی کو سو کوڑوں کی سزا کے علاوہ جلاوطنی کی سزا دینا ان کے نزدیک قرآن مجید کے حکم پر اضافہ کرنا ہے اور یہ خلافِ قرآن ہے ۔

ہمیں اس موقف سے شدید اختلاف ہے جس کی درجِ ذیل وجوہ ہیں :۔

۱ــــ سورۂ نور کی آیتِ جلد میں جو سو کوڑوں کی سزا بیان ہوئی ہے وہ ہر قسم کے زانیوں کے لیے قرآن مجید کا عام ، قطعی اور صریح حکم نہیں ہے ۔ بلکہ یہ سزا صرف آزاد اور ازروئے سنّت غیر شادی شدہ) زانی مرد اور عورت کے ساتھ خاص ہے ۔ زانیہ لونڈی (اور پھر تبعاً غلام بھی) اس حکمِ قرآنی میں شامل نہیں ۔ کیونکہ ان کے لیے قرآن مجید کی سورۂ نساء آیت ۲۵ میں یہ صراحت موجود ہے کہ :

"...... جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آجائیں تو پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا محصنات یعنی آزاد عورتوں کے لیے مقرر ہے ، اس کی نصف سزا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن کو دی جائے گی"۔

اس سے معلوم ہوا کہ زانیہ لونڈی کو آزاد زانیہ عورت کی سزا کا نصف یعنی پچاس کوڑوں کی سزا قرآن مجید کی رُو سے مقرر ہے۔ لہٰذا کسی مدعی کا یہ دعوٰی کہ سورۃ نور کی آیت جلد کا حکم ہر قسم کے زانیوں کے لیے قطعی اور صریح ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں ہوسکتی، قرآن مجید سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ خود قرآن مجید ہی سے زانیہ لونڈی کے لیے اس آیت کے حکم میں تخصیص ثابت ہے۔ اور پھر اسی سے یہ بات بھی از رُوئے قرآن ثابت ہوگئی کہ سورۃ نور کی آیت جلد کا حکم ہر قسم کے زانیوں کے لیے قطعی صریح اور عام نہیں ہے۔

۲ـــ فقہ اسلامی کا ایک مسّلمہ اُصول ہے جسے فقہاء کرام نے تسلیم کیا ہے کہ جب قرآن مجید کے کسی بظاہر عام حکم میں خود قرآن مجید نے کوئی تخصیص کر دی ہو تو اس کے بعد سنّت سے (بلکہ قیاس سے بھی) اس میں مزید تخصیص ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی سورۃ بقرہ آیت ۱۸۵ میں ماہ رمضان کے روزوں سے متعلق جملہ مسلمانوں کے لیے یہ حکم موجود ہے:

"تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو اُسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے"۔

قرآن مجید کے الفاظ سے بظاہر یہ حکم [illegible] رمضان میں بقید حیات ہو، وہ ضرور [illegible] لیکن اس کے بعد ہی ارشاد ہوا کہ:

[illegible] جو کوئی مریض ہو یا حالتِ سفر میں ہو تو وہ اور دنوں سے قضا روزوں کی گنتی پوری کرلے"۔

اس طرح روزوں کے اس حکم میں مریض اور مسافر کے لیے تخصیص ہوگئی جس کے نتیجے میں قرآن مجید کا پہلا حکم عام نہ رہا۔ پھر سنّت کے ذریعے اسی حکم میں حائضہ عورت کے بارے میں بھی تخصیص ہوگئی کہ وہ بھی اصل حکم میں شامل نہیں ہے۔ اور اس کے لیے بھی یہ حکم ہے کہ وہ بھی روزے قضا کرے گی اور بعد میں گنتی [illegible] کرے گی۔

بعینہٖ قرآن مجید کی سورۃ نور میں [illegible] کوڑوں کی سزا کا حکم آیا ہے جو بظاہر عام حکم ہے مگر اس سے پہلے خود قرآن مجید نے سورۃ نساء آیت ۲۵ کے مطابق اس حکم میں زانیہ لونڈی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تخصیص کردی کہ وہ اس حکم میں شامل نہیں ہے، بلکہ اُسے آدھی سزا دی جائے گی۔ یوں خود قرآن مجید نے آزادی اور غلامی کی علّت سے جرمِ زنا کی سزاؤں میں فرق کیا ہے۔ اس کے بعد سنّت کے ذریعے اس حکم میں شادی شدہ زانیوں کی مزید تخصیص ہوتی ہے کہ وہ بھی اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے لیے سنّت نے الگ سے رجم یعنی سنگساری کی سزا کا حکم دیا ہے۔ آخر اس سے قرآن مجید کی خلاف ورزی کہاں لازم آتی ہے۔

۳ــ فقہائے کرام اور مفسرین عظام کا یہ ایک اصول ہے کہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا جو مطلب و مفہوم سنّت سے ثابت ہو جائے، وہی معتبر، قابلِ حجت اور واجب العمل ہے خواہ وہ لغت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنّت اوّلین شارح قرآن ہے۔ اور خود قرآن مجید نے اسے اپنی شرح و تفسیر کرنے اور معنی و مفہوم متعین کرنے کا غیر مشروط حق دیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ نحل کی آیت ۴۴ میں ہے:

"اور ہم نے آپؐ کی طرف ذکر یعنی قرآن مجید نازل کیا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے وہ چیز کھول کر واضح کر دیں جو ان کے لیے نازل ہوئی ہے۔"

قرآن مجید کی شرح و تفسیر کے اسی اختیار کے مطابق سنّت نے قرآنی الفاظ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے خاص مطالب و مفاہیم بیان کیے ہیں جو لغت سے بالکل مختلف ہیں۔ مگر قرآن مجید کے ان الفاظ کا صرف وہی مفہوم معتبر، حجت اور واجب العمل ہے جسے سنّت نے بیان کر دیا ہے۔ یا پھر مثال کے طور پر سورۂ مائدہ کی آیت ۳۸ میں ہے:

"چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

اس آیت میں اصل قرآنی لفظ "اَیْدِیَھُمَا" آیا ہے جس کے لغوی معنی "دونوں کے سارے ہاتھ" کے ہیں۔ کیونکہ اَیدی جمع ہے ید کی اور عربی زبان میں جمع کا اطلاق دو پر نہیں بلکہ کم سے کم تین کے عدد پر ہوتا ہے۔ اِس طرح اِس آیت کا لغوی مفہوم یہ ہوگا کہ چور مرد اور چور عورت دونوں کے سارے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔ مگر سنّت سے یہ ثابت ہے کہ چور کا صرف ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور وہ بھی دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب یہاں پر لغت اور سنّت کا اختلاف ہو گیا۔ ایسی صورت میں لغوی مطلب و مفہوم چھوڑ دیا جائے گا۔ اور سنّت کے بیان کردہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب و مفہوم پر عمل کیا جائے گا - یہ نہیں کہا جائے گا کہ سنت کا یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے -
ایک اور مثال پیشِ نظر رکھیے - قرآن مجید کی سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲ میں ہے :

" اور تم گواہ بنا لیا کرو جب خرید و فروخت کرو " -

اب اگر قرآن کو محض لغت سے سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو خرید و فروخت کے ہر معاملے پر گواہ بنانے کے لیے قرآنی حکم پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا - مگر سنت نے عام بیع و شراء کے لیے گواہوں کی پابندی نہیں لگائی ہے - لہٰذا اس قرآنی عبارت کا لغوی مفہوم نہیں لیا جائے گا جس کے تحت عام خرید و فروخت کے وقت گواہوں کا تقرر ضروری ہو، بلکہ سنت سے معلوم اور ثابت مفہوم ہی کو معتبر، حجت اور واجب العمل سمجھا جائے گا اور عام خرید و فروخت کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں رہے گا - اسی طرح سورۂ نور کی آیتِ جلد کا جو مفہوم سنت سے ثابت ہے وہی حجت ہے نہ کہ لغت کے ذریعے سمجھا ہوا کوئی اور مطلب -

۴ - سنت گریز حضرات کی عادت ہے کہ وہ قرآن مجید کی شرح و تفسیر میں سنت کے ہر حکم کو خلافِ قرآن کہہ کر رد کر دیتے ہیں - ان کے نزدیک چونکہ قرآن مجید میں پانچ نمازوں کی صراحت نہیں ہے اس لیے ان کے ہاں پانچ نمازیں خلافِ قرآن ہیں - زکوٰۃ کی ڈھائی فیصد شرح قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے - اس لیے وہ اس شرح کو بھی خلافِ قرآن سمجھتے ہیں - اسی طرح ان کی رائے میں چونکہ شادی شدہ زانی کے لیے سنگساری کی سزا قرآن مجید میں نہیں ہے اس لیے وہ اسے بھی خلافِ قرآن کہتے ہیں - سیدھی بات یہ ہے کہ سنت نے سورۂ نور کی آیتِ جلد کا حکم غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور شادی شدہ آزاد زانیوں کے لیے علیحدہ سے رجم کی سزا بنائی ہے - اور یہ سزا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ الٰہی کے مطابق مقرر کی ہے - آج تک پوری اُمت اسی بات کو صحیح سمجھتی رہی ہے - کیونکہ صحیح حدیث میں ہے :

" آگاہ رہو، مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے "۔

اور سنت کے تمام احکام قرآن مجید کی اسی مثل یعنی دوسری وحیٔ الٰہی کے زمرے میں آتے ہیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵ ۔۔۔ حدِ رجم کے شرعی سزا ہونے کا انکار اس وقت تک کسی شخص کے لیے ممکن نہیں جب تک کہ وہ تین درجن صحابہ کرام کی پچاس سے زیادہ روایاتِ صحیحہ بسلسلۂ رجم میں سے ایک ایک روایت کو لے کر محدثانہ طریق پر موضوع یا ضعیف ثابت نہ کر دے۔ کیونکہ جب تک کوئی صحیح حدیث موجود ہے اور اس کا حکم سنت ثابتہ کی حیثیت سے پوری اُمت کے ہاں مُسلّم ہے، اُسے محض اس بنا پر رَد نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے قرآن مجید پہ اضافہ ہو گیا ہے، اس لیے وہ خلافِ قرآن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سنت کے ذریعے قرآن مجید کے کسی حکم میں اضافہ یا اس کے مفہوم کی تعیین ہرگز خلافِ قرآن نہیں ہے، بلکہ عین منشائے قرآن مجید کے مطابق ہے۔ سورہ حشر آیت نمبر ۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

"اور رسول جو کچھ تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔"

اس آیت (اور اس طرح کی کئی دوسری آیاتِ قرآنی) کے مطابق خود قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط حق تشریع سونپا ہے اور ہر قسم کے اوامر و نواہی سے متعلق کلّی اختیار دیا ہے اور ہر صاحبِ ایمان کے لیے اطاعتِ رسول کو لازم قرار دیا ہے۔ سنت گریز حضرات اس آیت کی معنوی تحریف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن اُمور میں قرآن مجید خاموش ہے صرف انہی اُمور میں سنت قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ اور جن اُمور میں قرآن مجید نے نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم دے دیا ہے ان میں سنت کوئی تفصیل نہیں دے سکتی۔ یا بالفاظ دیگر کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اُن کا یہ خود ساختہ اُصول قطعاً غلط ہے (مثلاً قرآن مجید میں محرماتِ نکاح کی جو تفصیل موجود ہے۔ یعنی وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا کسی شخص کے لیے حرام ہے۔ اس میں یہ حکم بھی ہے کہ کوئی شخص بیک وقت دو بہنوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ مگر قرآن مجید نے پھوپھی اور بھتیجی کو یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی حرمت بیان نہیں فرمائی۔ جب کہ سنت میں ان دونوں صورتوں کی حرمت موجود ہے۔ کیا یہ دونوں اُمور قرآن مجید پہ اضافہ ہیں یا نہیں۔ اور اگر اضافہ ہیں تو کیا ان کو خلافِ قرآن سمجھ کر رَد کر دیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ہمارے درمیان موجود ہوں اور وہ قرآن کے سامنے سنت کو سرچشمہ تشریع نہ ماننے والوں لوگوں سے یہ فرمائیں کہ "میں نے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے" تو ان حضرات سے یہ بعید نہ ہوگا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح اور "عینی" حکم کو اس بنا پر رد کر دیں کہ نعوذ باللہ "آپ کا یہ حکم تو قرآن مجید پر اضافہ ہے، اس لیے اسے ہم تسلیم نہیں کرتے" اور نعوذ باللہ یہ کہ "آپ تو قرآن مجید نے اسلام میں کسی اضافے کے مجاز نہیں ہیں" غور کیجیے بلکہ تدبر کیجیے کہ کیا اطاعتِ رسول کا یہی وہ معیار ہے جس کے لیے قرآن مجید نے جگہ جگہ حکم دیا ہے۔

۲- احادیث کے پورے ذخیرے سے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شادی شدہ زانی کو قرآن مجید کے اس حکم کے تحت سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ یا خلافتِ راشدہ کے عہدِ مسعود میں کسی شادی شدہ زانی کو سو کوڑوں کی سزا دی گئی ہو۔ اس کے برعکس ان شاء اللہ ہم احادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانیوں کو سو کوڑوں کی سزا دی ہے اور شادی شدہ زانیوں پر سنگساری کی حد نافذ کی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا اگرچہ قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ مگر سنت میں موجود ہے اور سنت میں موجود ہونے سے اس کا حکم قرآن مجید پہ ہرگز اضافہ نہیں، سنتِ شارحِ قرآن ہے نہ کہ مخالفِ قرآن۔

مخالفینِ سنت کی ایسی بحثیں اول تو اس ایمانی و فکری تسلسل اور کتاب و سنت کے احکام کے متعلق قرونِ اولیٰ سے اب تک کی ذہنی وحدت و اجماع کے لیے تباہ کن ہیں۔ مزید یہ کہ دین کے خلاف ہونے والے حملوں میں ان کا وزن لادینیت پسندوں اور اباحیت کیش مجتہدین اور سیکولر اسلام کے علمبرداروں کے حصے میں جاتا ہے۔ اور موجودہ آزاد منش حکمرانوں کے ہاتھوں کو مزید مضبوط کرتا ہے، بلکہ اسلام کے متعلق جوان ذہنوں میں یہ انتشار بھی پیدا کرتا ہے کہ چند ملائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکتبی، کچھ امامانِ دوراں اور بعض علماء کے زمانہ جس دین اور شریعت اور قانونی نظام کے لیے اپنے علمی ترکش اٹھائے میدانِ وغا میں قوت آزمائی کر رہے ہیں، اس کے ذریعے موجودہ زندگی کی اُلجھی ہوئی ڈور اور زیادہ اُلجھ جائے گی۔ لہٰذا وہ اسلامی قانون پر بحثیں کرتے رہیں اور عملاً کام اسی طرح چلتا رہے، جیسے ہے۔ بحثیں اٹھانے والے حضرات کو یہ چیزیں ضرور سامنے رکھنی چاہئیں۔

قیم جماعتِ اسلامی پاکستان کا اہم اعلان

مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۸ تا ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء میں جماعتِ اسلامی پاکستان کا نیا انتخابی منشور مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے، جو انشاء اللہ فروری ۱۹۸۸ء کے آخری ہفتے میں منشورِ جماعت کی ترتیب و تیاری کا کام شروع کر دے گی۔ کمیٹی اپنا پہلا اجلاس منعقد کر چکی ہے۔

جماعت کے تمام ماتحت امراء، اہل الرائے حضرات اور برادر تنظیموں کے ذمہ دار حضرات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خصوصی دلچسپی اور مہارت رکھنے والے جملہ احباب سے اپیل ہے کہ وہ براہ کرم منشورِ جماعت کے سلسلے میں اپنی قیمتی آراء، اور اہم تجاویز ضلعی امراء کی وساطت سے یا براہ راست زیرِ دستخطی کو ۲۰ فروری ۱۹۸۸ء تک بھیج دیں۔

یہ تجاویز پورے منشور کے سلسلہ میں بھی ہو سکتی ہیں اور کسی ایک شعبہ کے بارے میں بھی۔ والسلام

محمد اسلم سلیمی۔ قیم جماعتِ اسلامی پاکستان منصورہ لاہور ۱۸

© rasailojaraid.com